مولانا محمد اسحاق بھٹی

فتاویٰ قراخانی

جلال الدین فیروز خلجی کے عہد کی ایک فقہی تصنیف

(۴)

کتاب الأیمان

اس باب میں قسموں کے بارے میں چند ضروری امور بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً:

استفتاء: درآں کہ زید سوگند خورد کہ با عمرو سخن نگویم۔ بعدہ ایں عمرو درمیان جماعت نشستہ است۔ زید ایں جماعت را سلام کرد و ہیچ استثناء نہ کرد کہ عمرو را سلام نمی گویم۔ شرعاً زید بدیں سلام گفتن حانث شود یا نے؟

جواب: شود۔

ترجمہ: اس مسئلے کے بارے میں کہ زید قسم کھاتا ہے کہ میں عمرو کے ساتھ بات نہ کروں گا۔ مگر اس کے بعد عمرو ایک مجمع میں بیٹھا ہے اور زید اس مجمع کو سلام کرتا ہے اور یہ استثناء نہیں کرتا کہ میں عمرو کو سلام نہیں کہتا۔ کیا شرعاً زید اس صورتِ سلام میں حانث[1] ہو گا یا نہیں؟

جواب: ہو گا[2]

کتاب النکاح

اس میں نکاح سے متعلق تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اور نکاح کے تمام مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔ مثلاً اس میں ایک فقہی مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے:

استفتاء: اگر زید و عمرو بہ نکاح زینب دعویٰ می کنند۔ زینب گوید کہ من نفس خود را بزید بزنی

---

[1] حانث کا مطلب ہے ایسی قسم توڑنے والا جس پر کفارۂ قسم واجب ہو جائے۔ [2] ورق ۲۶۸

داده ام بعد آنکہ بعمرو داده ام ۔ شرعاً زینب زنِ زید باشد یا زنِ عمرو ؟

جواب : زنِ زید ۔

فی الفتاوی الخانیة : ولو ادعی زید وعمرو نکاح امرأة فقالت تزوجت زیدا بعد ماتزوجت عمروا ۔ قال ابو یوسف رحمه الله یقضی لزید وعلیه الفتویٰ ۔

ترجمہ : استفتاء : اگر زید اور عمرو دونوں زینب کے بارے میں اپنی منکوحہ ہونے کا دعویٰ کریں ۔ زینب یہ کہے کہ میں نے عمرو کی بیوی ہونے کے بعد اپنے آپ کو بحیثیت بیوی کے زید کے سپرد کر دیا تو شرعاً زینب زید کی بیوی متصور ہو گی یا عمرو کی ؟

جواب : زید کی

فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ اگر زید اور عمرو ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کریں اور عورت یہ کہے کہ میں نے عمرو سے نکاح کرنے کے بعد زید سے نکاح کر لیا تھا تو اس صورت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کا فیصلہ زید کے حق میں کیا جائے گا ۔ اور یہی مفتیٰ بہ ہے [۳]

باب الزکوٰۃ

اس میں زکوٰۃ کے مسائل و احکام بہ تفصیل بیان کیے گئے ہیں ۔ متن کتاب میں یہ باب الزکوٰۃ ہے اور فہرست مضامین میں کتاب الزکوٰۃ ۔ زکوٰۃ کے سلسلے میں جو مسائل بیان کیے گئے ہیں ، ان میں سے بعض نہایت اہم ہیں ۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقیہ کی نظر کتنی دور رس اور ہمہ گیر ہوتی ہے اور وہ مسئلہ کے ایک ایک جزئیہ کو گرفت میں لے آتی ہے ۔ مثال کے طور پر زکوٰۃ کے ضمن میں یہ مسئلہ کس درجہ اہمیت رکھتا ہے ۔

استفتاء : اگر مرد سے کہ اورا صدقہ ستدن حلال نیست ، اگر بادشاہے آں را عطیہ می دہد ، شرعاً اورا افضل قبول کردن عطیہ است یا ترکِ او ؟

جواب : افضل آنست کہ قبول نکند

فی الواقعات الحسامیة ۔ رجل لا یحل له اخذ الصدقة فالا فضل له ان لا یقبل جائزة السلطان لانها لا یشبه الصدقة ، ولا یحل له قبول الصدقة ۔

---

[۳] ورق ۱۷۶

(ترجمہ: استفتاء: ایک شخص پر صدقہ حلال نہیں ہے، اگر بادشاہ اس کو عطیہ دے تو شرعاً افضلیت کس بات میں ہے۔ اس کو قبول کرنے میں یا رد کر دینے میں؟

جواب: افضلیت اس میں ہے کہ وہ اس عطیہ کو قبول نہ کرے۔

الواقعات الحسامیہ میں ہے کہ جس شخص پر صدقہ لینا حلال نہیں، اس کے لیے افضلیت اس میں ہے کہ سلطان کا عطیہ قبول نہ کرے کیونکہ یہ صدقہ ہی سے مشابہت رکھتا ہے۔ اور صدقہ لینا اس کے لیے حلال نہیں۔[۵۳]

اب صدقہ کی ایک اور صورت ملاحظہ ہو۔ اس سے واضح ہو گا کہ حکمران کا کسی پر مہربان ہو کر اس کو اموال و عطایا سے نوازنا اور کسی بہانے سے بھی اس کو کچھ دینا نہ شرعاً حکمران کے لیے جائز ہے اور نہ لینے والے کے لیے۔ مصنف لکھتے ہیں:

استفتاء: اگر بادشاہے یا والی زید را برائے صرف خراج زمین او بخشید، شرعاً بادشاہ و والی را چنیں ہبہ کردن شاید و مر زید را شاید کہ قبول کند یا نے؟

جواب: نے۔

فی الواقعات الحسامیۃ: الوالی اذا وھب رجلاً خراج ارضہ لایسعہ ان یقبل لان الحق اجر صدقۃ الارض وھو حق المسلمین فلا یجوز لہ ان یختص ھکذا ذکر ھھنا و ھذا عندنا۔ و یجوز اذا کان اھلاً لذلک۔

ترجمہ: استفتاء: اگر بادشاہ یا والی زید کو گزارے کے لیے زمین کا خراج بطور عطیہ کے بخش دے تو شرعاً بادشاہ اور والی کے لیے ایسا کرنا اور اسے یہ خراج بطور عطیہ کے دینا جائز ہو گا اور پھر خود زید کے لیے اس کو قبول کرنا روا ہو گا یا نہیں؟

جواب: نہیں

واقعات الحسامیہ میں ہے کہ والی اور حکمران زمین کا خراج کسی شخص کو ہبہ کر دے تو اس کے لیے اس کو قبول کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ خراج کی حیثیت زمین کے صدقہ کی ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا برابر کا حق ہے۔ بادشاہ کے لیے جائز نہیں کہ کسی فرد واحد کے لیے اسے مخصوص کر دے۔ یہاں اسی طرح مرقوم ہے اور

---

[۵۳] ورق ۱۲۴

ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے۔ البتہ اگر وہ اس کا مستحق ہو تو (اسے دینا اور اس کا قبول کرنا) جائز ہوگا۔[۵]

صدقہ قبول کرنے میں کس درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس سے بچنا اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے احتراز کتنا ضروری ہے۔ اس بارے میں مخطوطہ میں مرقوم ہے:

استفتار: اگر زید قوتِ یک روز دارد او را سوال کردن از مردمان شاید یا نے؟

جواب: نے۔

فی الواقعات الحسامیۃ ولا ینبغی لاحد ان یسأل الناس وعندہ قوت یومہ۔ لان السوال لا یجوز الا لضرورۃ ولا ضرورۃ ھھنا۔

ترجمہ: استفتار: اگر زید کے پاس ایک روز کی خوراک ہو تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں۔

الواقعات الحسامیہ میں ہے کہ کسی ایسے شخص کو جس کے پاس ایک دن کا سامان خوراک موجود ہے۔ یہ جائز نہیں کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اس لیے کہ جب تک ضرورت نہ ہو، سوال نہیں کرنا چاہیے اور یہاں ضرورت نہیں ہے۔[۶]

کتاب الزکوٰۃ میں مسئلہ عشر سے متعلق بھی بحث کی گئی ہے، اور خالص فقہی انداز میں اس کے بارے میں بعض تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً

استفتار: اگر مردے میوہ یافت در درختاں یا شہد در کوہ یا در بیاباں کہ آں را مالکے نیست، شرعاً دراں میوہ و شہد عشر واجب شود یا نے؟

جواب: شود۔

فی الینابیع۔ ولو وجد ثمارا او فاکھۃ فی الاشجار او عسلاً فی الجبال او بریۃ لا مالک لھا۔ ففیہ العشر۔

ترجمہ: استفتار: اگر کسی شخص کو ایسے درختوں سے میوہ حاصل ہو جاتا ہے یا ایسے پہاڑوں اور جنگلوں سے شہد دستیاب ہو جاتا ہے، جن کا کوئی مالک نہیں۔ کیا شرعاً اس میوے اور شہد میں سے عشر واجب ہوگا یا نہیں؟

۵۔ ورق ۱۲۵ ۶۔ ایضاً

جواب : ہوگا۔

اس کی تائید میں ینابیع کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص میوے اور فواکہ ایسے درختوں میں پائے یا ایسے پہاڑوں اور بیابانوں میں اسے ایسا شہد حاصل ہو جائے جو کسی کی ملکیت میں نہیں ہے تو اسے عشر ادا کرنا پڑے گا۔[۵۴]

کتاب السیر والبغاق

فتاویٰ قراخانی جس دور میں مرتب کیا گیا، وہ بادشاہت کا دور تھا۔ اور بادشاہوں کے محلوں کے آداب عجیب و غریب نوعیت کے ہوتے تھے۔ ان کی مجالس میں بعض اوقات بہت سے ایسے خلافِ شرع امور کا ارتکاب بھی ہوتا تھا جو شرک کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان میں ایک سجدۂ تعظیمی یا سجدہ تحیہ ہے۔ فاضل مصنف نے اس مسئلہ پر بھی بحث کی ہے اور اس قسم کے سجدہ کی تائید کرنے سے گریز کیا ہے۔ اس ضمن میں مصنف کے الفاظ یہ ہیں:

استفتار: اگر مسلمانے را گفتند کہ بادشاہ را سجدہ کن والا ترا خواہم کشت، شرعاً ایں مسلماں را افضل چیست، سجدہ کند یا نے؟

جواب: نے

فی الواقعات اذا قیل للمسلم اسجد للملک والا قتلناک فالافضل ان (لا)[۵۵] یسجد لانہ کفر والافضل ان لایاتی بما ھو کفر صورۃ وان کان فی حالۃ الاکراہ اھ۔

ترجمہ: استفتار: اگر مسلمان سے کہا جائے کہ بادشاہ کو سجدہ کرو ورنہ ہم تمھیں قتل کر دیں گے۔ شرعاً اس مسلمان کے لیے افضل کون سی بات ہے۔ سجدہ کرے یا نہ کرے؟

جواب: نہ کرے۔

واقعات میں ہے کہ اگر مسلمان سے یہ کہا جائے کہ بادشاہ کے سامنے سجدہ کرو ورنہ ہم تمھیں قتل کر دیں گے۔ تو افضلیت کا تقاضا یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے کہ ایسا کرنا کفر ہے اور افضل یہ ہے کہ کفر کا ارتکاب نہ کرے، اگرچہ حالتِ اکراہ ہو۔

لیکن ساتھ ہی یہ لکھا ہے، دما تولھم، اگر سجدۂ تحیت از خوفِ بادشاہ میکند۔ شرعاً دریں کافر شود

---

[۵۴] ورق ۱۲۶ [۵۵] کتاب میں یہ لفظ "ان یسجد" ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ "سجدہ کرے") لیکن سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے۔ دراصل لفظ "ان لا یسجد" ہے۔ یعنی سجدہ نہ کرے۔

یا نے ؟

جواب: نے۔

یعنی اس مسئلہ سے متعلق (فقہا) کی کیا رائے ہے کہ اگر بادشاہ کے خوف سے سجدہ تحیہ کرے، شرعاً اس صورت میں کافر قرار پائے گا یا نہیں ؟

جواب: نہیں

آگے اس جواب کی تائید میں واقعات حسامیہ کی عبارت نقل کی گئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ سجدۂ تعظیمی و تحیہ بادشاہ کے خوف سے کیا جائے تو کفر نہیں [۹]

دار الحرب میں قرآن مجید

اسی ضمن میں فتاویٰ قراخانی کے مصنف نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ دار الحرب میں قرآن مجید لے کر جانا چاہیے یا نہیں ؟ اگر لے جایا جائے تو کب اور نہ لے جایا جائے تو کس صورت میں ؟ مصنف لکھتے ہیں۔

استفتاء: اگر مصحف در دار حرب می برد تا قرآن بخواند چوں لشکر عظیم است و خوف تلف و استخفاف مصحف نیست، شرعاً روا باشد بردن بخود یا نے ؟

جواب: باکے نیست۔

فی الفتاوی الخانیۃ۔ ولا بأس بادخال المصحف دار الحرب لقراءۃ القرآن اذا کان العسکر عظیماً۔

فی الھدایۃ۔ لا بأس باخراج النساء والمصاحف مع المسلمین اذا کان عسکراً عظیماً تومن علیہا لان الغالب ھو السلامۃ والغالب کالمتحقق۔

ترجمہ: استفتاء: اگر تلاوت کی غرض سے کوئی شخص دار الحرب میں قرآن مجید اس صورت میں اپنے ساتھ لے جائے کہ مسلمانوں کی فوج بہت بڑی تعداد میں ہے اور قرآن مجید کے تلف اور استخفاف کا کوئی خطرہ نہیں۔ تو شرعاً ایسا کرنا جائز ہوگا یا نہیں ؟

---

[۹] ورق ۲۹۸

جواب : کوئی حرج نہیں۔

فتاویٰ الخانیہ میں ہے کہ جب (مسلمانوں کا) لشکر بہت بڑا ہو تو دارالحرب میں بغرض تلاوت قرآن پاک لے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ہدایہ میں ہے کہ جب عساکر اسلام اتنی کثیر تعداد میں ہوں کہ ان پر اعتماد کیا جا سکے تو مسلمانوں کے لیے اپنے ساتھ عورتیں اور قرآن مجید لے جانے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ گمان غالب یہ ہے کہ ان میں سب سلامت رہیں گے اور گمان غالب یقین کا درجہ رکھتا ہے۔

لیکن اگر عساکر اسلام کم تعداد میں ہوں تو پھر؟ اس ضمن میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

وما قولہم اگر سریۃ است یعنی لشکر اندکے است بقدر صد سوار است، شرعاً مصحف بردن در جنگے مکروہ باشد یا نے؟

جواب : باشد۔

فی الهدایة - یکرہ اخراج ذلك فی سریة لا یتیقن من علیها لان فیه تعریض المصحف علی الاستخفاف فانهم یستخفون بها .... لقوله علیه السلام لا تسافروا بالقرآن فی ارض العدو۔

ترجمہ : مگر اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر مسلمان بشکل سریہ نکلیں یعنی ان کی فوج بہت کم تعداد میں ہو مثلاً بقدر سو سوار۔ کیا اس صورت میں جنگ میں قرآن مجید ساتھ لے جانا شرعاً مکروہ ہوگا یا نہیں؟

جواب : مکروہ ہوگا۔

ہدایہ میں ہے کہ قرآن مجید کا اتنے تھوڑے لشکر کی صورت میں جس پر پورا اطمینان نہ ہو، ساتھ لے جانا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ اس طرح استخفاف کے لیے ان کے سامنے قرآن کو پیش کرنا ہے اور وہ اس کا استخفاف کریں گے ..... اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی رو سے احتراز کرنا چاہیے کہ قرآن کو ساتھ لے کر دشمن کی سرزمین میں سفر نہ کرو ۵؎

ذمی اور ان کی عبادت گاہیں، اسلامی حکومت میں

اسی باب میں مصنف نے اس مسئلہ کو بھی موضوع بحث بنایا ہے کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلم اور اہل ذمہ

۵؎ ورق ۲۰۴ و ۲۰۵

کے بت خانے اور عبادت گاہیں قائم و محفوظ رہنے چاہئیں یا نہیں؟ مصنف فرماتے ہیں:

استفتار: اگر اہل ذمہ در آں دِہ ہا بت خانۂ قدیم دارند، شرعاً مسلمانان را رسد کہ آں بت خانہا خراب کنند یا نے؟

جواب: نے

فی الزیادات: فان کان لهم فی تلک القریٰ بیع وکنائس قدیمة، نترکت علی حالها لم نمنع ولم یتعرض الیهم اهل صلح، فلیستحقون ترک التعرض لهم۔ کذلک الا تریٰ انه لا یجوز التعرض لهم فی اخذ شیئ من اموالهم واملاکهم وزراعتهم فی تلک المواضع۔

ترجمہ: استفتار: اگر ذمیوں کے ان شہروں میں (جو اب مسلمانوں کی حکومت میں آگئے ہیں) پہلے سے بت خانے موجود ہوں تو شرعاً مسلمانوں کو ان بت خانوں کو ڈھا دینے اور مسمار کر دینے کا حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں

زیادات میں ہے اگر ان شہروں میں قدیم سے گرجے اور معبد موجود ہوں تو انھیں اسی پہلی کی سی حالت پر رہنے دیا جائے گا اور ان کو ان سے روکا نہیں جائے گا۔ اور ان اہل صلح سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ اسی طرح کیا تم نہیں جانتے کہ ان مواضع میں ان کے اموال، املاک اور زراعت کے سلسلے میں بھی ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔[ﷲ]

ذمی اور اسلامی حکومت میں خمر و خنزیر کی فروخت

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت میں اہل ذمہ خمر اور خنزیر کی خرید و فروخت کر سکتے اور ناقوس بجا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلے میں مصنف کے الفاظ اور ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

استفتار: اگر ذمیاں در دِہہائے خمر و خنزیر بہ فروشند و ناقوس می زنند، شرعاً ایشاں را امیر از فروختن خمر و خنزیر و زدن ناقوس منع کند یا نے؟

جواب: کند۔

فی الزیادات فلیس لهم ان یبیعوا فیها خمراً او خنزیراً وان یضربوا فیها بناقوس۔

ﷲ ورق ۳۱۸

ترجمہ: استفتار: اگر ذمی ان (اسلامی مملکت کے) دیہات و قصبات میں خمر اور خنزیر فروخت کریں اور ناقوس بجائیں تو شرعاً امیر مملکت ان کو خمر و خنزیر کی فروخت اور ناقوس بجانے سے منع کرے یا نہ ؟

جواب : کرے۔

زیادات میں ہے کہ ان کو اجازت نہیں کہ وہ اس (اسلامی مملکت) میں خمر یا خنزیر بیچیں اور ناقوس بجائیں۔[۱]

اگر کفار مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرلیں

کفار اگر مسلمانوں پر غالب آجائیں اور ان پر فتح حاصل کرلیں اور ان سے ان کے اموال و املاک کا مطالبہ کریں تو اس صورت میں مسلمانوں اور ان کے امیر کو کیا کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں مصنف لکھتے ہیں:

استفتار : اگر کفار قہرہم اللہ شہرے از شہرہائے مسلماناں غالب آمدند و محاصرہ کردند و از مسلماناں مال می خواہند تا صلح کنند و امان دہند، شرعاً مسلماناں را شاید کہ مال بکفار دہند یا نے ؟

جواب : نے

فی الھدایۃ۔ وان حاصر العدو المسلمین وطلبوا الموادعۃ علی مال یدفعھا المسلمون الیھم لایفعل الامام لما فیہ من اعطاء الذمۃ والحاق المذلۃ باھل الاسلام۔

ترجمہ: اگر کفار، اللہ انھیں ذلیل کرے، مسلمانوں کے کسی شہر کا محاصرہ کرلیں . . . . اور مسلمانوں سے یہ مطالبہ کریں کہ ان سے صلح کرنے اور ان کے امان و تحفظ کی ضمانت کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے اموال ان کے حوالے کردیں تو از روئے شریعت مسلمانوں کو اپنے مال کفار کے حوالے کردینے چاہئیں یا نہیں ؟

جواب : نہیں

ہدایہ میں ہے کہ اگر دشمن مسلمانوں کو محصور کرلیں اور وہ صلح اور امان کے بدلے میں ان سے مال کا مطالبہ کریں تو ایسی صورت میں مسلمانوں کا امام و امیر (ان کفار) کی بات نہ مانے کیونکہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ خود (مسلمانوں کی حفاظت کی) ذمہ داری سے دست بردار ہوگیا ہے اور یہ ذمہ داری دوسروں یعنی کفار کے سپرد کردی

---

[۱] ص۱۲ ورق ۲۱۸

ہے اور (اس طرح) مسلمانوں کو ذلت سے دوچار کر دیا ہے۔

لیکن ساتھ ہی لکھا ہے۔ وما قولہم اگر مال برایشاں بدہند بخوف آں باشد، نعوذ باللہ من ذلک کہ مسلماناں را ہلاک کنند، شرعاً دریں صورت مال دادن برایشاں درست باشد یا نے؟

جواب: باشد۔

فیہ (الھدایۃ) ایضاً۔ لانہ اذا خاف الھلاک لان دفع الھلاک واجب بای طریق یمکن

ترجمہ: اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر وہ (مسلمان) ان (کفار) کو اس خوف وخطرہ کی وجہ سے مال دے دیں کہ نعوذ باللہ وہ مسلمانوں کو ہلاک کر دیں گے تو از روئے شریعت اس صورت میں ان کو مال دینا درست قرار پائے گا یا نہیں؟

جواب: درست قرار پائے گا۔

اسی (ہدایہ) میں ہے کہ اس وقت (کفار کو مال دینے سے انکار نہ کریں) جب ہلاکت کا خطرہ درپیش ہو، کیونکہ ہلاکت کے خطرہ کو دور کرنا جس طریق سے بھی ممکن ہو، واجب ہے۔[۱۳] (باقی آئندہ)

---

[۱۳] ورق ۳۱۵ و ۳۱۶

مجمع البحرین

(شیعہ وسنّی کی متفق علیہ روایات)

مؤلفہ محمد جعفر شاہ پھلواروی —— تعارف وتبصرہ: علامہ جعفر حسین قبلہ

'مجمع البحرین' وحدتِ امت کی طرف ایک اہم قدم ہے اور اہلِ اسلام کی ہزار سالہ تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی پیش کش ہے۔ اس میں اسلام کی ان تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے جن پر سُنّی اور شیعہ (اثنا عشری) دونوں متفق ہیں۔

قیمت: چھ روپے

ملنے کا پتہ

سیکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور